موجِ غزل
ہاشم علی خان ہمدمؔ

بسم الله الرحمن الرحيم

موجِ غزل

چوتھا مجموعۂ کلام

ہاشم علی خان ہمدمؔ

تعارف

نام : ہاشم علی خان ہمدؔم

تاریخ پیدائش : ۷؍جولائی ۱۹۷۳ء

تعلیم : ایم اے اردو، ایم اے انگریزی، بی ایڈ (پنجاب یونی ورسٹی لاہور)

جائے پیدائش : خودہ شریف تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک

پیشہ : درس وتدریس

سرکاری ملازمت : اسسٹنٹ پروفیسر (اردو) ایف جی ڈگری کالج واہ کینٹ

ادبی خدمات : بانی و منتظم موج غزل ادبی فورم (فیس بک)

اصناف سخن : حمد، نعت، غزل، نظم، سلام، منقبت، طنز ومزاح

تصانیف : ۱۔موجِ کرم (حمد ونعت)

۲۔ پانچواں موسم (غزلیات)

۳۔آئینہ سچ بولتا ہے (غزلیات)

۴۔موج غزل (طرحی غزلیات)

۵۔محبت کی زباں (طرحی غزلیات)

۶۔دھوپ کی دیوار (طرحی غزلیات)

۷۔ چراغِ فکر (طرحی غزلیات)

۸۔ جہانِ خواب (طرحی غزلیات)

۹۔ چشم تماشا (طرحی غزلیات)

۱۰۔ سراب سے آگے (طرحی غزلیات)

۱۱۔ تیسرے کنارے پر (طرحی غزلیات)

۱۲۔ نمودِ سحر (طرحی غزلیات)

۱۳۔ آدھا سفر (طرحی غزلیات)

۱۴۔ دم (منتخب دیوان)

۱۵۔ آخری چراغ (غزلیات)

۱۶۔ طرحی غزلیات (زیرِ طبع)

۱۷۔ نظموں کا مجموعہ (زیرِ طبع)

۱۸۔ نعتیہ نظموں کا مجموعہ (زیر طبع)

۱۹۔ نعتیہ مجموعہ (زیر طبع)

۲۰۔ مزاحیہ کلام (زیرِ طبع)

پتہ : خودہ شریف، تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک۔

فون نمبر : 0311-5509555

انتساب

اُس کے نام

جس نے

موجِ غزل

سے سرشار کیا۔

مغرب سے نکلتا ہے تری یاد کا سورج

اب شام سرائے میں یہی نورِ سحر ہے

(عبدالستار مفتی عالمی فی البدیہہ مشاعرہ میں پیش کیا گیا کلام)

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام موجِ غزل۔

شاعر ہاشم علی خان ہمدمؔ۔

وضاحت یہ ہاشم علی خان ہمدمؔ کے غزلوں پر مبنی کلام کا تیسرا اور مجموعی طور پر ابتک کا چوتھا مجموعہ ہے جسے برقی کتاب کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

صفحات ۱۰۰

سالِ اشاعت ۲۰۲۳ء

ہدیہ دُعائیں۔

پبلشر مکتبۂ ارمغانِ ابتسام، اسلام آباد۔

برقی ڈاک itshamdam@gmail.com

فہرست

پیش رس

اُردُو ادب کے فروغ میں سماجی ذرائع ابلاغ خاص طور پر فیس بک نے انقلابی کردار ادا کیا ہے۔ ۲۰۱۲ء میں فیس بک پہ ادبی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو آن لائن مشاعروں میں شرکت کا موقع ملا۔ کئی معروف ادبی گروپ ہفتہ وار طرحی مشاعرے منعقد کر رہے تھے۔ جن میں الف، ادبیکا، انحراف، گلکاریاں اور دیا نمایاں تھے۔ ابتدائی طور پر گلکاریاں اور دیا ادبی فورم کے پچاس سے زائد ہفتہ وار طرحی مشاعروں میں شرکت کی۔ کچھ عرصہ بعد موجِ سخن کا قیام عمل میں آیا اور اس گروپ کے بانی نسیم شیخ کے ساتھ بہ طور منتظم مسلسل ایک سو تیس ہفتہ وار طرحی مشاعرے منعقد کیے۔ اس گروپ میں نامور شعرا نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بیناؔ، قدسیہ ظہورؔ، جیاؔ قریشی، شعیبؔ خان اور ڈاکٹر عزیز فیصلؔ کا ساتھ رہا۔ اسی دوران امریکہ میں مقیم ایازؔ مفتی نے اپنے والد گرامی عبدالستار مفتی میموریل عالمی فی البدیہہ مشاعرہ کا آغاز کیا۔ یہ ایک منفرد تجربہ رہا کہ ایک ہی شاعر کی زمینوں میں مسلسل کلام کہنے کا موقع ملا۔ شعیب نوید خان عمدہ شاعر اور دیرینہ دوست ہیں جن کے ساتھ عالمی ادبی فورم آن لائن مشاعرہ میں بہ طور منتظم ایک سو اڑتیس مشاعروں میں شرکت کی۔ احمد علی نوجوان شاعر ہیں جن کے ساتھ کئی ادبی گروپس میں کام کا موقع ملا جن میں بزم اشعار، قوس قزح اور سخن دان ادبی فورم نمایاں ہیں۔ ان گروپس کے سو سے زائد طرحی مشاعروں میں بھی فی البدیہہ طرحی کلام کہنے کا موقع ملا۔ کئی اور ادبی گروپس میں بھی طرحی کلام پیش کیا جن میں بزم ثاقب، بحرِ سخن، دشتِ سخن کے سودائی، بزم سخن وراں، چوپال، چنگیر، انحراف، مرام، بزم تخلیق، بزم عالی وغیرہ شامل ہیں۔ اپریل ۲۰۱۶ء میں موج غزل ادبی فورم کی بنیاد رکھی

جس میں نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بیناؔ اور قدسیہ ظہور میرے ساتھ ابتدائی منتظم تھے۔اب ملتان سے تعلق رکھنے والی معروف شاعرہ نادیہ سحر بھی بہ طور منتظم ہمارے ادبی قافلے کا حصہ ہیں۔موج غزل میں ابتدائی پچاس مشاعرے طرحی مصرعوں پہ منعقد ہوئے مگر اس کے بعد سے اب تک تین سے زائد مشاعروں میں غیر طرحی اور نظمیہ مشاعروں کا سلسلہ جاری ہے۔جن میں منفرد قوافی، پابند حرفی ردیف، منفرد ردیف اور اصناف سخن رنگ نمایاں ہیں۔

ایاز مفتی نے ''گلہائے صد رنگ'' کے عنوان سے عبدالستار مفتی میموریل عالمی مشاعرہ میں شریک شعرا کے مختصر مجموعہ ہائے کلام پر مشتمل ایک ضخیم کتاب شائع کی۔جس کی تقریب رونمائی امریکہ، پاکستان اور ہندوستان میں ہوئی۔گل ہائے صد رنگ اپنی نوعیت کا منفرد مجموعہ ہے جس میں پوری دنیا سے ادبی رنگ کی خوش بو اردو ادب کے ایوانوں کو مہمیز کر رہی ہے۔اس گل دان میں سجے ہر پھول کی خوش بو محبت اور خلوص سے مزین ہے۔فیس بک پر اپنی نوعیت کے منفرد مشاعرہ کی بنیاد محترم ایاز مفتی کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ایک خوب صورت شخصیت کے مقبول عام مصرعوں پہ سخن آرائی کسی اعزاز سے کم نہیں۔اردو زبان کے فروغ میں اپنے والد محترم عبدالستار مفتی جیسی نابغہء روزگار شخصیت کی روایت کو جدت کے ساتھ رواں رکھنا ایاز مفتی کا ادبی ورثہ ہے۔

زیر نظر شعری مجموعہ م ''گل ہائے صد رنگ'' میں شائع ہو چکا ہے۔جس کی برقی اشاعت کا اہتمام نوید ظفر کیانی اور روبینہ شاہین بینا نے کیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس ادبی سفر میں ہمیں کامیاب اور بامراد فرمائے۔آمین، یارب العالمین۔

ہاشم علی خاں ہمدم

۷؍اگست ۲۰۲۳ء

{۱}

یا الٰہی! مجھ پہ چشمِ طور رکھ
مجھ کو اپنے عشق سے معمور رکھ

موت سے ہنس کر ہمیں ملنا پڑے
اِس قدر مت زندگی مجبور رکھ

معرفت کی منزلیں آساں نہیں
مجھ کو اپنی بندگی میں چور رکھ

سات پردوں میں نہاں کر عصمتیں
قوم کی بیٹی کو تو مستور رکھ

غیر کے آگے مجھے جھکنا نہیں
ایک سجدے پر مجھے مغرور رکھ

اللہ ہو سے دل مرا آباد کر
مجھ کو اپنی یاد میں مسرور رکھ

ساقیِ کوثر کا دیوانہ بنا
آبِ زم زم سے مجھے مخمور رکھ

کونپلیں جود و سخا کی کھل اٹھیں
دل کے گلشن میں کرم کا بور رکھ

زندگی بھر شکر ادا کرتا رہوں
اس طرح دامن مرا معمور رکھ

تیرے بندوں کا بھلا کرتا رہوں
خدمتِ انسان پر مامور رکھ

نیکیوں کی فصل میں بوتا رہوں
آخرت کے کھیت میں مزدور رکھ

یا الٰہی! کم تریں ہے ملتجی!
دل سے نکلی ہے دعا منظور رکھ

دھڑکنیں حمد و ثنا کرتی رہیں
یوں دلِ ہمدؔم میں اپنا نور رکھ

{۲}

وہم و گماں کے دشت میں دل یوں سنبھل گیا
لب پر نبی ﷺ کے نام کا کلمہ مچل گیا

آئے نبی کریم ﷺ تو کیا کچھ بدل گیا
یثرب تھا جس کا نام وہ رحمت میں ڈھل گیا

بحرِ تجلیات میں دائم رہے حضور ﷺ
وہ جس کی ایک موج سے ہی طور جل گیا

بہرِ کرم حضور ﷺ کی نظرِ کرم رہی
منگتا درِ حبیب ﷺ کے ٹکڑوں پہ پل گیا

ہمدم نبی ﷺ کے نام سے نسبت رہی مجھے
سوچا ہے جب بھی نعت کا مصرعہ مچل گیا

{۳}

آئینہ آئینہ نہیں ہوتا
خاک داں میں بھی کیا نہیں ہوتا

حرف ریزی ہے میری موجِ غزل
شعر یوں ہی کہا نہیں ہوتا

زندگی میں شکست لازم ہے
جیت کا ہی مزا نہیں ہوتا

کچھ تو ہونا بڑا ضروری ہے
فیصلہ اس طرح نہیں ہوتا

وقت کرتا ہے فیصلہ آخر
کچھ بھی لکھا ہوا نہیں ہوتا

فرض کرتے ہیں بھول جاتے ہیں
ہم سے عہدِ وفا نہیں ہوتا

اِک جنوں ہے مری وفا ورنہ
عشق مجھ سے دلا ! نہیں ہوتا

تجھ کو خود میں سمیٹ لوں ہمدم
چاک بندِ قبا نہیں ہوتا

{۴}

آئینۂ ہستی جو سرِ راہ گزر ہے
احساس کی دنیا ہے مرا خواب نگر ہے

چلتا ہوں ترے سنگ اجالوں کے سفر پر
اب دھوپ کنارہ بھی مجھے ایک شجر ہے

رہتا ہے رواں عشق مرا دشتِ جنوں میں
میں ایک مسافر ہوں مجھے ذوقِ سفر ہے

مغرب سے نکلتا ہے تری یاد کا سورج
اب شام سرائے میں یہی نورِ سحر ہے

مٹی کا جہاں اور ہے پانی کا جہاں اور
حیران ہے دنیا کہ یہ کیا پیشِ نظر ہے

لگتا ہے مرے شہر کا موسم نہیں بدلا
دھڑکن سے ابھی چند بہاروں کا گزر ہے

دیکھا ہی نہیں غور سے میں نے کبھی ہمدؔم
محبوب زمانے میں اگر ہے تو کدھر ہے؟

{۵}

آئینے سے کلام رہنے دے
چھوڑ اپنا مقام رہنے دے

تیز دھاری نہ رکھ مری تلوار
زندگی بے نیام رہنے دے

دل کی بازی لپیٹ کر تو نہ جا
میری خوشیاں دوام رہنے دے

میرے زخموں کو یوں رفو تو نہ کر
کچھ تو میرا بھی کام رہنے دے

تیرا چہرہ ہے چاند جیسا مگر
اپنی زلفوں کی شام رہنے دے

خواب نگری کو ملگجا مت کر
آج ماہِ تمام رہنے دے

آج بھولے ہوؤں کو یاد نہ کر
آج ہمدم سلام رہنے دے

{٦}

کیا ہوا ہے اگر ہم نہیں جانتے
آئینے سے دگر ہم نہیں جانتے

جو ہے پیشِ نظر ہم نہیں جانتے
سب عیاں ہے مگر ہم نہیں جانتے

چل رہے ہیں جنوں خیز چاہت لیے
راستے ، رہ گزر ہم نہیں جانتے

شوخ آنکھوں کے جادو میں یوں کھو گئے
اب تو اپنی خبر ہم نہیں جانتے

سوچتے کیا ہیں اہلِ جنوں عشق میں
ہو گئے بے خبر ہم نہیں جانتے

ہم نے چھوڑی ہے ہر چیز تیرے لیے
خواہشوں کا سفر ہم نہیں جانتے

کھوئے رہتے ہیں کیوں اپنے خوابوں میں ہم
کیوں طلوعِ سحر ہم نہیں جانتے

لوٹ لیتے ہیں اپنی محبت سے یوں
چاہتوں کا اثر ہم نہیں جانتے

ہم بناتے رہے خواب نگری میں گھر
کیوں ہوئے در بدر ہم نہیں جانتے

بوجھ کیسا یہ سر پر اٹھاتے پھرے
اب تو اپنا ہی گھر ہم نہیں جانتے

ہم بھی ہمدم اڑے کیسی پرواز میں
لوٹ جاتے ہیں پر ہم نہیں جانتے

{۷}

آپ چھوڑیں ببول کی باتیں
ہم تو کرتے ہیں پھول کی باتیں

آئنے سے لپٹ رہی ہے خاک
دھندلائی ہیں دھول کی باتیں

سب نے بیچا ہوا تھا حرفِ تمام
کون کرتا اصول کی باتیں

گھیر لیتی ہے دل کو موجِ سخن
شعر ہوں یا نزول کی باتیں

سب سے اعلیٰ کلام اللہ کا
سب سے اچھی رسول کی باتیں

اب تو سنجیدگی ہے بوڑھی سی
اب کہاں ہیں فضول کی باتیں

ایک تختی، قلم دوات اور میں
کھو گئی ہیں سکول کی باتیں

خامشی، ان کہی، کلام، راز و نیاز
سب ہیں تیرے حصول کی باتیں

جان دے کر لہو سے لکھی گئیں
کربلا میں بتولؓ کی باتیں

وحدہ لاشریک رب کی ذات
واہمہ ہیں حلول کی باتیں

سچ میں لپٹا ہے جھوٹ بچپن کا
یاد رکھی ہیں بھول کی باتیں

بے کراں ہیں محبتیں ہمدم
مختصر ہیں نہ طول کی باتیں

{۸}

ٹوٹ جاتا ہے چور ہوتا ہے
خاک آخر غرور ہوتا ہے

کیوں مقدر کو دوش دیتے ہو
کچھ تو اپنا قصور ہوتا ہے

ان پہ آتا ہے وقت کا پتھر
جن درختوں پہ بور ہوتا ہے

دل کی دنیا میں عشق کے آگے
آدمی بے شعور ہوتا ہے

زندگی کو گزار کر دیکھا
ہجر میں بھی سرور ہوتا ہے

ہم جسے روشنی سمجھتے ہیں
وہ محبت کا نور ہوتا ہے

حرف دل میں وجود پائے تو
معرفت کا ظہور ہوتا ہے

سوچ لینا کہ عشق کا دریا
دردِ دل سے عبور ہوتا ہے

دل تو خواہش پرست ہے ہمدم
دل کا جانا ضرور ہوتا ہے

{۹}

ہم نے خود کو جو دیکھ بھالا ہے
آئینہ معتبر حوالہ ہے

ہم اندھیرا بھی جانچ سکتے ہیں
اپنی آنکھوں کو یوں اجالا ہے

ہم سخن ہیں حروف آپس میں
قافیہ شعر سے نکالا ہے

کتنی حیرت ہے اس کی آنکھوں میں
جس کی پلکوں پہ خواب جالا ہے

مل رہا ہوں میں زندگی سے گلے
میرے ہونٹوں پہ گیت مالا ہے

دل کی چابی سے کون کھولے گا
سرخ ہونٹوں پہ شوخ تالا ہے

دشمنوں سے تو بچ گئے تھے مگر
تیری قربت نے مار ڈالا ہے

اُف ! پری زاد کی سیاہ پوشی
رنگ گورا لباس کالا ہے

اوڑھ رکھی ہے چاندنی ہمدم
کچھ ستاروں کا نور ہالہ ہے

{۱۰}

زخم تاثیر بنتے جاتے ہیں
میری تقدیر بنتے جاتے ہیں

خامشی بھی حسیں تکلم ہے
ہونٹ تفسیر بنتے جاتے ہیں

آئینہ بھی عجیب جادو ہے
لوگ تصویر بنتے جاتے ہیں

تیری خوش بو ہے میری موجِ سخن
شعر توقیر بنتے جاتے ہیں

اک دھنک ہے سحاب آنکھوں میں
رنگ تنویر بنتے جاتے ہیں

آئینے سے مجھے کلام نہیں
نقش تحریر بنتے جاتے ہیں

خود کو باندھا ہوا ہے قسمت سے
لیکھ تقدیر بنتے جاتے ہیں

ہم پہ جھگڑا ہے حکمرانی کا
ہم بھی کشمیر بنتے جاتے ہیں

کوئی رستہ نظر نہیں آتا
جب سے بے پیر بنتے جاتے ہیں

کس نے دی ہے زبان پتھر کو
لفظ بھی تیر بنتے جاتے ہیں

مختصر ہے مرا کلام ہمدؔم
حرف تقریر بنتے جاتے ہیں

{۱۱}

ہم مریدوں میں ہیں نہ پیروں میں
بیٹھ جاتے ہیں کیوں فقیروں میں

اپنی قسمت میں کرلیا میں نے
تجھ کو ڈھونڈا انہیں لکیروں میں

مل گئی ہے وہ جنس مٹی میں
تل رہی تھی کبھی جو ہیروں میں

جب سے اہلِ سخن ہوئے پابند
ہم بھی گویا ہوئے اسیروں میں

ہم پہ سازش کا راز کیا کھلتا
ہم تو شامل نہ تھے وزیروں میں

بس ارادے کی آنچ کافی ہے
کام ہوتا نہیں مشیروں میں

اپنی دنیا کے بادشہ ہیں ہم
گن غریبوں میں یا امیروں میں

نرم لہجے کی شوخیوں پہ نہ جا
میں پلا ہوں بڑے شریروں میں

کس طرح مجھ کو لاجواب کریں
مشورے ہیں مرے نکیروں میں

کربلا کے اسیر ہیں ہمدمؔ
ہم بھی سینہ سپر ہیں تیروں میں

{۱۲}

غزل کہنے لگے دل کی فغاں سے
محبت ہو گئی اردو زباں سے

سخن میرا فقط کوزہ گری ہے
مجھے نسبت رہی ہے خاک داں سے

نجانے دل کہاں اٹکا ہوا ہے
ابھی تو گر رہا تھا آشیاں سے

کسی کی یاد میں کھویا ہوا دل
نکلتا ہی نہیں ہے کہکشاں سے

فسانہ در فسانہ جی رہا ہوں
مرا کردار لے لو داستاں سے

کہو تم اپنے دل کی بات ہمدؔم
ملے گا کیا حدیثِ دیگراں سے

{۱۳}

بے قراری سی بے قراری ہے
چند سانسوں کا کھیل جاری ہے

میرے دامن میں اور کچھ بھی نہیں
چند لفظوں کی ریزگاری ہے

لڑکیاں بک رہی ہیں ونّی میں
کیسی غیرت ہے، کاروکاری ہے

ہم خزاؤں کے خشک پتے تھے
زندگی آپ نے بہاری ہے

نیند ٹھہری نہ خواب پلکوں پر
شب گزیدہ سحر نہاری ہے

شام ہوتے ہی دشت آنکھوں میں
زندگی نے تھکن اتاری ہے

کون دل کی گلی سے گزرا ہے
میری دھڑکن میں بے قراری ہے

دیکھتا ہی نہیں ہے میری طرف
دِل پہ کس کی اجارہ داری ہے

میں ہوں تنہا کھڑا اسٹیشن پر
اور یادوں کی تیز لاری ہے

تتلیاں بام بام اڑتی ہیں
آج آنگن میں گل شماری ہے

ہجر سہنا عذاب ہے ہمدم
ہر گھڑی دھڑکنوں پہ بھاری ہے

{۱۴}

آئینۂ حیات میں کیا کچھ بدل گیا
حیران ہوں کہ سوچ کا پتھر پگھل گیا

وہم و گماں کے دشت میں بھٹکا ہوا تھا دل
دائیں نکل گیا کبھی بائیں نکل گیا

موجِ ہوا نے تیز کی بجھتے دیے کی لو
ایسی لگائی آگ کہ سب کچھ ہی جل گیا

آساں نہیں ہے موت کا رستہ بھی دیکھیے
انسان اپنی قبر تک شانوں کے بل گیا

بکھرا ہوا وجود تھا میں خاکدان میں
کوزہ گروں کے سامنے پیکر میں ڈھل گیا

دامن بھی تار تار ہے ، سینہ فگار ہے
دشتِ جنونِ عشق میں دل یوں مچل گیا

خوش بو مثال ہے مری موجِ فراق بھی
ہجراں بھی ایک پھول تھا کانٹوں میں پل گیا

رعنائی خیال کا محور تھا ایک شخص
ہمدمؔ مرے مزاج کا موسم بدل گیا

{۱۵}

برسرِ شہرِ حرم دل سے کوئی بات کریں
اپنی معراج کو پہنچیں تو ملاقات کریں

وصل کے خواب نہ دیکھیں تو سحر ہوتی ہے؟
اے غمِ ہجر بتا کیسے بسر رات کریں؟

ہم سے مخلوقِ خدا امن طلب کرتی ہے
کس طرح ٹھیک مگر شہر کے حالات کریں

قافلہ ساتھ اگر ہو تو اکیلا بھی لڑوں
جن کو جینا ہے وہ مضبوط مرے ہاتھ کریں

چند قدموں کی پہنچ تک ہے ہماری منزل
جو بھی کرنا ہے وہ مل جل کے بہم ساتھ کریں

در بدر قیس جنوں زاد نظر آتا ہے
کس طرح عشق کی دنیا میں فنا ذات کریں

راس آتی ہی نہیں پیار میں خوشیاں جاناں
ہم تجھے جیت نہ پائیں نہ تجھے مات کریں

جاں نکلتی ہے تغافل کی اداکاری سے
شوخ آنکھیں نہ ملیں بھی تو کرامات کریں

زندگی درد کا صحرا ہے، خبر ہے ہمدم
خشک آنکھیں جو بہیں خون کی برسات کریں

{۱۶}

موجۂ بادِ صبا دینے لگے
پھول جینے کا مزا دینے لگے

ہم نے کیا کردار سے ثابت کیا
لوگ ہمیں دل سے دعا دینے لگے

ہجر کے آزار کو زیادہ کیا
درد دل کی کیا دوا دینے لگے

کس قدر مہنگی پڑی رسمِ خراج
کیا لیا تھا اور کیا دینے لگے

طاقچے میں جب دیے بجھنے لگے
آنکھ میں تارے ضیا دینے لگے

کوچۂ ادراک سے آگے گئے
ہم تصور کو بقا دینے لگے

کیا بھروسہ کیجیے اپنا میاں
آئینہ بھی جب دغا دینے لگے

ہاتھ میں ٹوٹا ہوا کشکول تھا
لوگ جانے کیوں بھگا دینے لگے

شاعری ہمدم ہوئی موجِ سخن
حرف ریزے بھی صدا دینے لگے

{١٧}

(فلسطینی بچوں کے نام)

ننھے بچوں کے قاتل صیہونی کی
پیاس بجھے گی آخر کب تک خونی کی؟

خون کی ہولی دیکھنے والے غور سے دیکھ
ساری سازش ہے بس ایک جنونی کی

ناحق خون سے اپنا باغ سجانے کو
نافرماں نے ساری بستی سونی کی

ڈھونڈ رہا ہے ظلمِ عام کی کفر دلیل
رام کہانی اندرونی ، بیرونی کی

امن کی داعی ''یو این او'' ہے کیوں خاموش؟
چھائی ہوئی ہے طاقت لاقانونی کی

ہر مسلم ہے اپنی اپنی ذات میں گم
امت میں کمزوری ہے اندرونی کی

اب تو مجرد حل سے آگے سوچے کوئی
آج ضرورت ہے واضح مقرونی کی

ہمدم قتلِ عام پہ کیوں خاموش ہیں سب
شرم کہاں ہے ''امریکہ'' باتونی کی

{۱۸}

پیشِ نظر تھا آئینہ منظر عجیب تھا
کیسے کہوں کہ تو مرے کتنے قریب تھا

آنکھوں کی دھوپ ڈھل گئی دیکھے ہوئے جسے
اچھے دنوں کی بات ہے میرا حبیب تھا

وہ جس کے دم سے روح تک تسکین تھی مجھے
آنکھوں کا نور تھا مرے دل کا طبیب تھا

جی کے لڑی ہے جنگ تو مجھ پر یہی کھلا
ظالم سماج ہی مرا اصلی رقیب تھا

لکھا ہے میں نے حادثہ خود اپنے ہاتھ سے
قسمت کی بات کیا کروں، کیسا نصیب تھا؟

پیکر خیال و خواب کا مجھ پر کھلا رہا
رنگوں کی کائنات کا تو ہی نقیب تھا

بدلا امیرِ شہر نے قانون تو بہت
مشقِ ستم رہا ہے جو بندہ غریب تھا

تو نے زمیں میں گاڑھ کے مجبور کر دیا
ورنہ میں ایک عمر سے زیبِ صلیب تھا

موج ہوائے درد نے خاموش کیوں کیا؟
وہ جو گلوں کے شہر میں اک عندلیب تھا

محفل تھی گرم آج پھر دل کے سٹیج پر
ہمدؔم خموش رہ کے بھی اچھا خطیب تھا

{۱۹}

وفا کے باب میں دادِ سخن پائی تو کیا ہو گا ؟
تری صورت سرِ موجِ غزل آئی تو کیا ہو گا ؟

ابھی جو موجۂ گل سے ہوا مہمیز رکھتی ہے
کسی کے دوش پر وہ زلف لہرائی تو کیا ہو گا؟

مری بے کل طبیعت پر عجب آسیب چھایا ہے
نہ ٹوٹی کرب لمحوں کی یہ انگڑائی تو کیا ہو گا ؟

ابھی تک میری دھڑکن میں کسی کی یاد رہتی ہے
کسی دن چھا گئی مجھ پر جو تنہائی تو کیا ہو گا ؟

امیرِ شہر نے یوں بھی مری قیمت لگا دی ہے
مجھے نیلام کر دے گی یہ مہنگائی تو کیا ہو گا ؟

مرے احساس میں چبھنے لگی ہے ریشمی چوڑی
تری نازک کلائی میں جو پہنائی تو کیا ہو گا؟

ملی ہے قیس کی نسبت محبت میں مگر پھر بھی
ملے گی ہر قدم یوں ہی جو رسوائی تو کیا ہو گا؟

مرے ویران آنگن میں نہ سایہ ہے نہ پانی ہے
بجی ٹوٹے ہوئے گھر میں جو شہنائی تو کیا ہو گا؟

دریدہ سوچ میں ہمدم غموں سے چور بیٹھے ہیں
ہمارے چاک دامن میں خوشی آئی تو کیا ہو گا؟

{۲۰}

جب سے دل کی کتاب کھولی ہے
خاص اردو زبان بولی ہے

زلزلہ ہے وجود کے اندر
خواہشوں کی زمین ڈولی ہے

چاک دامن میں اور کیا ہوگا
کچھ مرادوں سے پاک جھولی ہے

جسم بکھرے ہوئے ہیں سڑکوں پر
جنگ ہے یا لہو کی ہولی ہے

ہر خوشی کی ہے واپسی لازم
تیرے ہاتھوں سے میں نے جولی ہے

بے لباسی لباس کیسا ہے؟
مختصر سی بدن پہ چولی ہے

چین پڑتا نہیں کہیں مجھ کو
دل میں خواہش کوئی چبھولی ہے

سن رہا ہوں صدائے موجۂ گل
کس نے موجِ نسیم گھولی ہے

کر رہا ہوں ثنائے ربِ جلیل
دِل کی دھڑکن پہ تسبیح رولی ہے

بات کیسی؟ مذاکرہ کیسا ؟؟
قاتلوں کی زبان گولی ہے

جس کو کہتے ہیں مجلسِ شوریٰ
چند امیروں کی ایک ٹولی ہے

دل کا پلڑا جھکا نہیں ہمدمؔ
جب ترازو پہ بات تولی ہے

{۲۱}

منعکس شش جہات ہیں ہم لوگ
آئینے کا ثبات ہیں ہم لوگ

لامکانی سے لامکانی تک
برسرِ ممکنات ہیں ہم لوگ

خواہشوں کے حسین مندر میں
جیسے لات و منات ہیں ہم لوگ

ہم سے قائم ہے عکس کی دنیا
نورِ چشمِ حیات ہیں ہم لوگ

چاک دامن کی خستگی پہ نہ جا
عشق میں کائنات ہیں ہم لوگ

آسماں تک رسائی ہے اپنی
یوں تو مٹی کی ذات ہیں ہم لوگ

صبحِ تعبیر تک نہیں پہنچے
اپنے خوابوں کی رات ہیں ہم لوگ

ہم ستارے کشید کرتے ہیں
چاندنی کی برات ہیں ہم لوگ

بے نمو بھی، نہال بھی ہمدؔم
زرد موسم کے پات ہیں ہم لوگ

{۲۲}

خاک دانی سے ماورا نکلا
ایک نقطہ بھی دائرہ نکلا

خوش گمانی کے بت رہے ہی نہیں
کعبۂ دل سے بس خدا نکلا

بات پہنچی تری محبت تک
دل سے دل کا جو سلسلہ نکلا

خواب تھا جو کبھی فسانۂ دل
زندگی کا ہی واقعہ نکلا

گھٹ گیا جب رداس لوگوں کا
جس کو دیکھا وہ آشنا نکلا

مجھ پہ رنگوں کا نور برسا ہے
روشنی سے وہ زاویہ نکلا

سب نے دیکھی ہے میری موجِ غزل
خوب شعروں میں قافیہ نکلا

خود کو دیکھا ہے ہر گھڑی ہمدمؔ
دل بھی اندر سے آئینہ نکلا

{۲۳}

سلام

سرِ دشت کرب و بلا دیکھتا ہوں
لہو فام صبر و رضا دیکھتا ہوں

وفا کی مسافت میں ہر موڑ پر میں
حسین ابنِ حیدرؓ کھڑا دیکھتا ہوں

عبادت کی شمع جہاں جل رہی تھی
وہاں ایک خیمہ جلا دیکھتا ہوں

پیامِ حسینؓ مری روشنی ہے
اندھیرے میں روشن دیا دیکھتا ہوں

اسی میں چراغِ سحر بھی نہاں ہے
سرِ شب جو بندِ قبا دیکھتا ہوں

یزیدی قبیلہ ستم ڈھا رہا ہے
بپا آج بھی کربلا دیکھتا ہوں

مقابل میں صبر اور ظلم آ گئے ہیں
عجب امتحاں یا خدا! دیکھتا ہوں

جھکا تھا جو سجدے میں کٹنے سے پہلے
ابھی تک وہی سر اٹھا دیکھتا ہوں

حدیثِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا یہی ہے
حسین رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ میں مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتا ہوں

مودّت پہ قائم ہے ایمان ہمدم
اسی پر اصولِ وفا دیکھتا ہوں

{۲۴}

حرف ریزی حیات بنتی ہے
دل سے نکلے تو بات بنتی ہے

آئینے سے پرے ہے کوئی وجود
لا مکانی ثبات بنتی ہے

ایک ہستی ہے آپ ﷺ کی جو حضور
حاصلِ کائنات بنتی ہے

دردِ شبیرؑ میں عزاداری
کربلائے فرات بنتی ہے

ٹمٹماتا ہوا دیا تو ہے
کب ستاروں سے گھات بنتی ہے

دل میں رہتا ہے یاد کا سورج
ڈوب جائے تو رات بنتی ہے

خواہشوں میں بھی شرک پلتا ہے
سوچ لات و منات بنتی ہے

کوزہ گر چاک یوں گھماتا ہے
خاک دانی پرات بنتی ہے

ہار جاتا ہوں میں تری خاطر
جیت جاؤں تو مات بنتی ہے

ہاتھ آتی نہیں وہی ہمدمؔ
جو گھڑی ممکنات بنتی ہے

{۲۵}

روپ نکھرا خزاں شماروں کا
رنگ بدلا نہیں بہاروں کا

ہم کبھی ماند پڑ نہیں سکتے
روشنی ہے نصیب تاروں کا

اے وطن کی نسیمِ صبح بتا
ہجر کیسا ہے شب گزاروں کا

زندگی نیند کی کہانی ہے
یا فسانہ ہے خواب داروں کا

دل کا رستہ مری انا ہے مگر
کہنا مانا ہے چند اشاروں کا

برف میں آگ سی لگی ہوئی ہے
سرخ موسم ہے پھر چناروں کا

راکھ نے یوں دبا کے رکھا ہے
زور چلتا نہیں شراروں کا

کیا خبر کہ وفا کریں نہ کریں
کیا بھروسہ ہے غم گساروں کا

سر تو مٹی میں مل چکا ہمدم
نام زندہ ہے تاج داروں کا

{۲۶}

سر پہ سورج تان کر باتیں کریں
دھوپ نگری میں شجر باتیں کریں

برسرِ ذوقِ نظر باتیں کریں
آئینے سے عمر بھر باتیں کریں

کر چکے ہیں زندگی سے ایک بار
آؤ ہم بارِ دگر باتیں کریں

آؤ ہم کچھ دیر تنہا بیٹھ کر
اپنی اپنی ذات پر باتیں کریں

میں اکیلا ہی نہیں اس راہ پر
مجھ سے میرے ہم سفر باتیں کریں

شام کا منظر حسیں ہو جائے گا
دور تک چلتے اگر باتیں کریں

کھوجتا ہوں میں پرانے وقت کو
مجھ سے جب ویراں کھنڈر باتیں کریں

وقت ہو ہمدم تو اپنے آپ سے
گھر میں تنہا بیٹھ کر باتیں کریں

{۲۷}

آئینے کا غرور ٹوٹے گا
عکس میرا ضرور ٹوٹے گا

کرچی کرچی ضرور ٹوٹے گا
دل محبت میں چور ٹوٹے گا

آپ چاہت کے خواب دیکھتے ہیں
دیکھنا دل حضور ٹوٹے گا

زرد پتوں نے سبز ہونا ہے
موسمِ گل ہے بور ٹوٹے گا

نور اترے گا کب اندھیروں میں
کب تجلی سے طور ٹوٹے گا

پڑ گیا ہے دھنک پہ پاؤں مرا
ڈگمگایا تو نور ٹوٹے گا

ہوش آتا ہے جام سے پہلے
مے کدے میں سرور ٹوٹے گا

مسکرا کے بچھڑ رہا ہے مگر
دل کی بستی سے دور ٹوٹے گا

درد خوشیوں کا پیش خیمہ ہے
آنسوؤں کا وفور ٹوٹے گا

مرنے والے ہی سرخ رو ہوں گے
قاتلوں کا غرور ٹوٹے گا

اب کسی پر یقیں نہیں ہمدؔم
یہ گھڑا بے قصور ٹوٹے گا

{۲۸}

آئینہ رُو برُو کریں گے ہم
اِس طرح گفتگو کریں گے ہم

بندگی ہے وطن سے مہر و وفا
خاک سے بھی وضو کریں گے ہم

مے کدے سے گریز کب ممکن؟
کیف میں ہاؤ ہو کریں گے ہم

تیشۂ عشق سے ہیں ہم پیکار
خونِ دل آب جو کریں گے ہم

دشمنوں کو معاف کر دیں گے
دوستوں کو عدو کریں گے ہم

ہم ہیں سینہ سپر محبت میں
وار زیبِ گلو کریں گے ہم

ہم بھی رکھتے ہیں داستانِ جنوں
عشق کی آبرو کریں گے ہم

دِل کے ارماں لٹائے بیٹھے ہیں
کیا کوئی آرزو کریں گے ہم

ہم نے ہونا ہے سرخ رو ہمدمؔ
خواہشوں کو لہو کریں گے ہم

{۲۹}

میری آنکھوں میں رنگ بھرتا ہے
دِل اسے دیکھ کر سنورتا ہے

خوف ہے یا کوئی اندھیرا ہے
آدمی آدمی سے ڈرتا ہے

بزمِ ہستی ہے گردشِ دنیا
خاک داں چاک سے گزرتا ہے

رزق ملتا ہے خون کے بدلے
تب کہیں جا کے پیٹ بھرتا ہے

یہ صلہ ہے مری وفاؤں کا
مجھ پہ احسان کون کرتا ہے

دِل نبھاتا ہے مرکزی کردار
کب کسی عہد سے مکرتا ہے

چاند رہتا ہے آسمانوں میں
میرے آنگن میں کب اترتا ہے؟

آنسوؤں کی نمود لازم ہے
آنکھ ٹپکے، لہو نکھرتا ہے

گل بنوں سے نکل کے موجۂ گل
خار زاروں میں جا بکھرتا ہے

چل رہا ہے جو قافلہ ہمدؔم
دیکھیے کس جگہ ٹھہرتا ہے

{۳۰}

فریبِ چشمِ تماشا تھا آئینہ برسوں
یہ خاک زاد زمانہ چھپا رہا برسوں

جلے ہوئے تھے دریچے سے دور آنگن میں
چراغ ڈھونڈ نہ پائی مگر ہوا برسوں

مرے وجود پہ لازم تھا ماورا ہونا
سو میں جہاں تھا وہیں پر کھڑا رہا برسوں

چنابِ عشق میں سوہنی کا مان لے ڈوبا
وفا کنارے پہ رکھا ہوا گھڑا برسوں

انا کے خول میں رہ کر عبور کر نہ سکا
حصارِ ذات سے باہر کا دائرہ برسوں

نظر سے پہلے کہیں دھڑکنیں ملی ہوئی تھیں
دلوں کے بیچ رہا ہے یہ سلسلہ برسوں

کسی نے شہر کو جنگل بنا لیا تھا یہیں
پنپ رہا تھا یہیں پر یہ اژدھا برسوں

خیال و خواب کی دنیا میں شاد ہوں ہمدؔم
ادا کروں گا محبت کا شکریہ برسوں

{۳۱}

پردہ اٹھا رہا ہوں محبت کے راز سے
کچھ شعر کہہ رہا ہوں پرانی بیاض سے

سجدہ ابھی زمین کی تہہ تک نہیں گیا
کچھ بھی نہیں ملا مجھے کچی نماز سے

رسمِ وفا دوام ہے تاریخ دیکھیے
محمود کیا ہے؟ پوچھیے معنی ایاز سے

اٹھتا مرا وجود کیا اوجِ مقام پر
دل ہی نہیں جھکا ہے جو عجز و نیاز سے

چھیڑا ہے کس الاپ کو دھڑکن کے ساز نے؟
دل گدگدا رہا ہے نوائے گداز سے

مجھ کو پکارتا ہے کوئی آسمان پر
پرواز کر رہا ہوں زمیں کے جہاز سے

ورنہ وفا کے باغ میں کانٹے بھی عام تھے
پھولوں کی بات بن گئی خوشبو طراز سے

تو نے سفر حیات کا آسان کر دیا
میں بھی گزر گیا ہوں نشیب و فراز سے

خانہ خراب شہر کا قصداً کیا گیا
جیسے کہ کوئی توڑ دے! وعدہ بھی ناز سے

امن و امان کے لیے ہمدمؔ یہ شرط ہے
ہو فاختہ کی دوستی دشمن کے باز سے

{۳۲}

کیسی خزاں رسیدگی باراں کے بھیس میں
دیکھا ہے پھول پھول بہاراں کے بھیس میں

دل ہے دیارِ غیر میں سجدہ کیے ہوئے
کیسی منافقت ہے یہ ایماں کے بھیس میں

رکھوں گا سامنے کوئی پتھر کا آئینہ
اک دن ملوں گا خود سے بھی انساں کے بھیس میں

میں گردشِ حیات سے بھاگا نہیں کبھی
تقدیر میرے ساتھ ہے دوراں کے بھیس میں

آؤ ! کہ اپنی نیند سے دوچار ہو چلیں
ہے یہ دیارِ خواب شبستاں کے بھیس میں

بنتا نہیں کہ دشت سے نکلیں تمام عمر
پیش نظر سراب ہے امکاں کے بھیس میں

ہمدؔم مرے شعور کا منظر حسین ہے
چشم غزل ہے دیدۂ جاناں کے بھیس میں

{۳۴}

رنگ تتلی سے ملا ہو جیسے
پھول مرجھا کے کھلا ہو جیسے

کرچیوں میں ہے نمایاں ہر شے
آئینہ ٹوٹ گیا ہو جیسے

ہجر آزار ہوا ہے ایسے
درد سینے میں اٹھا ہو جیسے

منفرد تجھ کو ہمیشہ رکھا
تو زمانے سے سوا ہو جیسے

جان سے جان نکالی اس نے
ماس ناخن سے جدا ہو جیسے

یاد سے دور ملا ہے ہمدمؔ
وہ ہمیں بھول گیا ہو جیسے

{۳۴}

وفا کی ترجمانی کر رہے ہیں
دلوں پر حکمرانی کر رہے ہیں

مسلسل جبر کرنا پڑ رہا ہے
لہو کی آگ پانی کر رہے ہیں

فسانہ وقت کا وہ آئنہ ہے
جسے ہم تم کہانی کر رہے ہیں

بدن کے چاک پر مٹی پڑی ہے
جسے ہم خاک دانی کر رہے ہیں

ہم اپنے آپ سے لڑنے لگے ہیں
جہادِ زندگانی کر رہے ہیں

نمایاں دوستوں میں ہو رہے ہیں
عدو بھی مہربانی کر رہے ہیں

دیے جو بام پر جلنے لگے ہیں
گھروں میں ضوفشانی کر رہے ہیں

کنارے پر کھڑے تھے دور لیکن
بھنور میں بادبانی کر رہے ہیں

بیابانوں میں ہجرت کرنے والے
مکانی لامکانی کر رہے ہیں

جنہیں مہمان سمجھا جا رہا تھا
وہی تو میزبانی کر رہے ہیں

وہ مخلص ہیں مگر جھوٹے نہیں ہیں
جو باتیں درمیانی کر رہے ہیں

یہی تجدید ہے تازہ خیالی
جو ہم رسمیں پرانی کر رہے ہیں

خسارے کی تجارت ہو رہی ہے
محبت میں گرانی کر رہے ہیں

کھلی زلفوں کے سائے ڈھلتے ڈھلتے
مری شامیں سہانی کر رہے ہیں

محبت کی زباں ہم کو ملی ہے
سو ہم بھی شعر خوانی کر رہے ہیں

جنوں کے تار سے الجھے ہوئے ہیں
ذرا سی چھیڑ خانی کر رہے ہیں

سخن میں ان کو غالب دیکھتا ہوں
یہاں جو میر خوانی کر رہے ہیں

ہماری حرف پوشی ہے کہ ہمدمؔ
غزل میں خوش بیانی کر رہے ہیں

{۳۵}

شہر انا کے موڑ پہ پہلا درخت ہے
سورج کی تیز دھوپ میں سایہ درخت ہے

دھندلا سا اک چراغ ہے چڑیوں کے شور میں
چوپال کی زمین پہ بوڑھا درخت ہے

امید کی بہار ہے موسم ہرا بھرا
پت جھڑ کے بعد سبز اجالا درخت ہے

خواب و سراب ہے کہ یہ دشتِ نمود ہے
صحرا کی سبز ریت پہ کھلتا درخت ہے

خوشبو کی شال اوڑھ کے ہم شاد باد ہیں
موجِ گلِ مراد کی دنیا درخت ہے

موجِ صبا کے کان میں خوشبو کی بات ہے
پنچھی کی خامشی پہ بھی گویا درخت ہے

میرے خزاں شعار یہ رسمِ کہن نہیں
موسم جدید ہے نہ پرانا درخت ہے

سینے پہ ایک نام ہے کب سے لکھا ہوا؟
ماضی کا خوشگوار حوالہ درخت ہے

پنچھی تمام لوٹ کے آتے ہیں شام کو
شہروں سے دور جن کا ٹھکانہ درخت ہے

آنکھوں میں برگ برگ ہیں جلتے ہوئے دیے
دِل جگنوؤں کا شہر، سنہرا درخت ہے

منزل مرے نصیب کا حاصل نہیں مگر
رستے میں اک قدیم شناسا درخت ہے

سانسوں کی ڈور کٹ رہی لمحوں کی دھار پر
آری کی زد پہ وقت کا مارا درخت ہے

طغیانیوں میں گھر بھی ہمارا نہیں رہا
سیلاب ہے جہاں پہ کنارا درخت ہے

موسم سیاہ فام ہے صاحب تو کیا ہوا؟
تاریکیوں کے بعد سویرا درخت ہے

یارب مرے شعور کا موسم ہرا رہے
مٹی کا خون دے کے نکھارا درخت ہے

احساس کی زمین ہے ہمدم دھواں دھواں
شعلہ مزاج شہر میں جلتا درخت ہے

{۳۶}

غزل در غزل ہے جہانِ غزل
تجھے کہہ دیا میں نے جانِ غزل

لہو تھوکنا ہے سرِ حرفِ جاں
کڑا ہے یہی امتحانِ غزل

مرا سوز ہے دھوپ چھانے ہوئے
سرِ حرف ہے سائبانِ غزل

ہواؤں نے پانی پہ لکھا تجھے
کھلا ہے جہاں بادبانِ غزل

ہمیشہ محبت بھری بات کی
مرا دل رہا ترجمانِ غزل

تجھے لامکاں کا مکیں لکھ دیا
زمیں پر نہیں آسمانِ غزل

تو مطلع ہے مقطع ہے موجِ سخن
ترا ذکر ہے درمیانِ غزل

تجھے حاصلِ شاعری کہہ دیا
لو ہمدم سبھی داستانِ غزل

{۳۷}

کھری بات ہے صاحبانِ غزل
کہ اردو زباں ہے زبانِ غزل

نہ مجھ میں کوئی میر جیسی ادا
نہ غالب سا میں حکمرانِ غزل

غزل میں کوئی میر ثانی نہیں
کہے اور کیا میر خوانِ غزل

صدائے غزل ہے خودی کی زباں
ہے بانگِ درا، ارمغانِ غزل

تصوف پہ یوں لکھ رہے ہو تو کیا؟
کوئی درد ہے خواجگانِ غزل

روایت کو جدت نے چھوڑا نہیں
جواں ہے ابھی خاندانِ غزل

سو ہم نے بھی لبیک ہمدؔم کہا
ادب میں رہی ہے اذانِ غزل

{۳۸}

آئینے کی آنکھ سے تو ماورا ہوتا نہیں
جو تماشا دیکھنے کا حوصلہ ہوتا نہیں

زاویہ در زاویہ پرکار پھیلاتے گئے
ایک نقطے پر مکمل دائرہ ہوتا نہیں

کون دیکھے گا زمانے کو ہماری آنکھ سے
ہر کسی کی آنکھ میں یہ زاویہ ہوتا نہیں

ہر کوئی بڑھتا چلا جاتا ہے بھر کارواں
طے کسی سے زندگی کا مرحلہ ہوتا نہیں

اِک نئی پیچیدگی سے بات کھلتی ہے یہاں
اِس قدر آسان کوئی مسئلہ ہوتا نہیں

کھو گئے ہیں لوگ اپنی خواہشوں کے کھیل میں
فون پر بھی اب کسی سے رابطہ ہوتا نہیں

ہار جائیں گے جوئے میں ہم بھی اپنی زندگی
عشق میں شاید کوئی بھی ضابطہ ہوتا نہیں

دھڑکنوں کو دھڑکنوں سے ہم جدا کیسے کریں
ہم سے اپنی زندگی کا خاتمہ ہوتا نہیں

چاند پانی میں اترتا ہے مگر یہ سلسلہ
کیوں مرے دل میں اتر کر آئینہ ہوتا نہیں

پھر کسی نمرود نے دعویٰ خدائی کا کیا
مانگتے ہیں لوگ لیکن معجزہ ہوتا نہیں

زندہ لاشوں پر کوئی کہتا نہیں ہے مرثیہ
جینے والوں میں کسی کا تذکرہ ہوتا نہیں

ہم گزر جاتے ہیں یوں ہی راستے کی دھول میں
ہر قدم پر زندگی کا تجربہ ہوتا نہیں

ایک دوجے کو کبھی بھی چھوڑ کر جاتے نہیں
تیرے میرے درمیاں کیوں تخلیہ ہوتا نہیں

ہاں زمانے میں پنپنے کا یہی انداز ہے
زندہ قوموں میں کوئی بھی تفرقہ ہوتا نہیں

لوگ کیوں ڈرنے لگے ہیں اک ذرا بھونچال سے
دھڑکنوں سے بڑھ کے کوئی زلزلہ ہوتا نہیں

میرؔ و غالبؔ نے کہا ہے زندگی کا فلسفہ
اِس قدر آسان ہمدمؔ ریختہ ہوتا نہیں

{۳۹}

مرثیہ ہوتا نہیں یا طربیہ ہوتا نہیں
ہم سے کوئی غزلیہ بھی نظمیہ ہوتا نہیں

درد اٹھنا بھی شکستِ زیست کا سامان ہے
عارضی کوئی یہاں پر عارضہ ہوتا نہیں

تیشۂ دل کی روانی ہے لہو کی موج میں
ورنہ کوہِ بے ستوں کا سلسلہ ہوتا نہیں

دل کی سوہنی ڈوب جاتی ہے چنابِ عشق میں
ہر کسی دریا کے قابل یہ گھڑا ہوتا نہیں

بھاگتی پھرتی ہوئی سڑکوں پہ کیسی بھیڑ ہے
کیا ہجومِ شہر ہے جو قافلہ ہوتا نہیں

بند آنکھوں کا سفر کرتی ہوئی مخلوق ہے
جیسے دنیا سے کسی کا واسطہ ہوتا نہیں

مجھ سے کرنی ہے تو میرے دوستوں کی بات کر
مجھ سے میرے دشمنوں پر تبصرہ ہوتا نہیں

کس طرح پھر زندگی کے حسن کا اظہار ہو
زہر پینے میں زباں کا ذائقہ ہوتا نہیں

صاف اردو میں اترتی ہے مری موجِ غزل
ہاں مرے مضمونِ دل کا حاشیہ ہوتا نہیں

سوچ کی بنیاد ہے تعمیر بھی، تخریب بھی
بے سبب دنیا میں کوئی واقعہ ہوتا نہیں

میں لگی لپٹی نہیں رکھتا کبھی ادراک میں
لاحقہ ہوتا نہیں یا سابقہ ہوتا نہیں

لازمی ہے دوستو! تعلیم شہرِ عشق میں
داخلہ اک بار ہو تو خارجہ ہوتا نہیں

عام ہو جائے لہو تو خاص ہو سکتا نہیں
اسم نکرہ ہو گیا جو معرفہ ہوتا نہیں

ہم بہت مجبور ہیں اپنی انا کے موڑ پر
کیا کریں ہم سے کوئی بھی فیصلہ ہوتا نہیں

کون کرتا ہے محبت سوچ کر ہمدم یہاں
نوجوانی کی غزل کا قافیہ ہوتا نہیں

شاعر کی مزید کتب

موجِ کرم
(حمد و نعت)

پانچواں موسم
(غزلیات)

آئینہ سچ بولتا ہے
(غزلیات)

موجِ غزل
(طرحی غزلیات)

محبت کی زباں
(طرحی غزلیات)

دھوپ کی دیوار
(طرحی غزلیات)

چراغِ فکر
(طرحی غزلیات)

جہانِ خواب
(طرحی غزلیات)

چشمِ تماشا
(طرحی غزلیات)

سراب سے آگے
(طرحی غزلیات)

تیرے کنارے پر
(طرحی غزلیات)

نمودِ سحر
(طرحی غزلیات)

آدھا سفر
(طرحی غزلیات)

دم
(منتخب دیوان)

آخری چراغ
(غزلیات)

طرحی غزلیات
(زیرِ طبع)

https://archive.org/details/@nzkiani
nzkiani@gmail.com